تعلیمِ قرآن کریم اور مدارسِ دینیہ

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

تعلیم قرآن کریم اور مدارس دینیہ

پیش لفظ

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد:

دینی درس گاہوں کی ضرورت

ہر دیندار باشعور انسان اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور ضرورت محسوس کرنی چاہیے کہ دین کی تعلیم کی ضرورت تمام دنیوی علوم کی تعلیم سے زیادہ ہے، اسی تعلیم سے مسلمان کا دین باقی رہتا ہے عقائد وایمان، معاشرت واخلاق اسی سے درست ہوتے ہیں اللہ اور آخرت کا خوف وخشیت اسی سے پیدا ہوتا ہے، جب یہ نہ ہو تو دنیا میں فساد ہی فساد ظاہر ہوتا ہے، امن امان تباہ وبرباد ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کی حقوق تلفی کا بازار گرم ہو کر تمام معاشرہ فاسد اور خراب ہو جاتا ہے، ان تمام فسادات اور خرابیوں کا مجرب اور بہترین ذریعہ دینی درس گاہوں اور تعلیم گاہوں کا قیام اور ان کی بقاء وتحفظ کا فکر ہے۔

دینی مدارس بقاء اسلام کا ذریعہ ہیں

دیکھ لیا جائے کہ آج دنیا میں جہاں جہاں دینی تعلیم گاہوں کا وجود ہے

ان کے ذریعہ سے تمام ماحول میں دین کی روشنی نظر آتی ہے، عقائد واعمال کی اصلاح اور معاشرہ کی درستگی کا یہ دینی مدارس بہت بڑا ذریعہ ہیں، اور جہاں ان کا وجود نہیں رہا اور علماء دین تیار ہونا بند ہو گئے وہاں اسلام کا بقاء مشکل ہو گیا اور جگہ جگہ فساد اور ابتری پھیل گئی۔

یہ تاریخ عالم کا بہت بڑا دل گداز سانحہ اور اسلام کی گزشتہ تاریخ پر نظر رکھنے والوں کو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اسی لیے قرآن وحدیث میں تعلیم دین اور دینی علوم کی تحصیل کی جگہ جگہ تاکید اور فضیلت بیان فرمائی گئی ہے اس سے تعلیم دین کی کس قدر اہمیت واضح ہو رہی ہے وہ قرآن وحدیث سے واقف لوگوں پر واضح ہے اور اسی سے علماء کی ضرورت بھی واضح ہو رہی ہے، درحقیقت یہ علماء دین تعلیم دین میں لگے ہوئے ہیں وہ مقاصد نبوت کو انجام دینے میں مصروف ہیں، مقاصد نبوت قرآن کریم نے تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ نفوس کو بتلایا ہے۔

علماء کے وجود کی ضرورت

تعلیم دین کے لیے ہر علاقہ میں دینی مدارس کا اہتمام ہونا چاہیے کیونکہ ہر مسلمان کو دینی تعلیم کی ضرورت ہے اور دینی تعلیم ''علماء'' کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی دینی علوم کے وارث یہی ہیں ان ہی سے دینی علوم حاصل ہوں گے، اس لیے تعلیم دین کے لیے علماء کا وجود دنیوی تمام ضروریات سے زیادہ اہم ضرورت

ہے، کیونکہ پوری انسانیت کی دینی اصلاح اور دنیوی فلاح اسی دینی تعلیم پر موقوف ہے، آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے علمِ دین کی تعلیم و تعلم کی اہمیت اور ضرورت معلوم ہورہی ہے، علماء کرام ان کو اپنی تقریروں اور تحریروں میں وقتاً فوقتاً بیان کرتے رہتے ہیں اور عام مسلمانوں کو دینی تعلیم کی اہمیت و ضرورت کو واضح کرتے رہتے ہیں۔ بعض علماء کرام ماہنامہ البلاغ و بینات کراچی اور الخیر ملتان وغیرہ رسائل میں بھی ایسے مضامین شائع کراتے رہتے ہیں اور بعض نے مستقل رسائل میں بھی اس طرف توجہ دلائی ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیفات اور خصوصیت سے مواعظ و ملفوظات میں تعلیم دین پر بڑے بصیرت افروز مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں دینی تعلیم کی ضرورت و اہمیت کو دل نشیں طریقے پر خوب واضح فرمایا گیا ہے۔

عزیز محترم مولانا اشرف علی تھانوی شرفہ اللہ بالاجر الجزیل مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نے ''مواعظ اشرفیہ'' کی ماہانہ اشاعت کا سلسلہ جاری کیا ہے، بڑا نافع اور بڑا ہی مفید ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کے جاری رکھنے کے اسباب مہیا فرمائیں اور اس کو قبولیت سے نوازیں اور ''فیوضاتِ اشرفیہ'' کی اشاعت کا ذریعہ بنائیں اور اس کے نفع کو عام و تام بنائیں، آمین۔

زیرِ نظر احقر کا یہ رسالہ بھی اسی سلسلہ کا فیض ہے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے دو وعظ ''الغاظ القرآن'' اور ''تعمیم تعلیم القرآن الکریم'' مولانا موصوف نے شائع کیے ہیں، احقر نے بہت ہی مختصر طریقہ پر ان دونوں وعظوں سے اور بعض دیگر رسائل سے یہ مضمون مرتب کیا ہے، غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دینی تعلیم کی طرف عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ متوجہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ اس سعی کو مشکور و مقبول فرمائیں، آمین۔

ایک غلط فہمی کی اصلاح

فہم قرآن کے نام پر ایک غلطی یہ ہو رہی ہے کہ عربی سے معمولی واقفیت اور زبان دانی کی بنیاد پر علم صرف ونحو و قواعد عربیت اور معتبر تفسیروں کے بغیر ہر شخص خود کو قرآن مجید کی تفسیر و تشریح کا اہل سمجھنے لگا ہے اور درس قرآن کے نام پر مطالب قرآن اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق بیان کرنے لگا اور لوگوں کو باور کرایا جانے لگا کہ یہ قرآن مجید کا مقصد اور مطلب ہے، یہ سخت غلط فہمی ہے اور یہ طریقہ دینی اعتبار سے نہایت درجہ مضر ہے، اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مادری زبان عربی تھی مگر وہ مطالب قرآن کے سمجھنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ کے ذمہ بھی مطالب قرآن کا بیان تھا لتبین للناس ما نزل الیھم میں اسی ذمہ داری کو بیان فرمایا گیا ہے۔

تفسیر قرآن کے لیے پندرہ علوم عربیہ میں مہارت کی ضرورت ہے علامہ

سیوطی نے ''اتقان'' میں ان کو جمع کر دیا ہے۔ اگر بیان کرنے والا ان تمام علوم کا جامع نہ ہو تو کچھ علوم کا ماہر تو ہو بالکل ہی اردو ترجموں پر دار و مدار نہ ہو یا پھر ایسے مفسر قرآن کی تفسیر پر اپنے بیان کا دار و مدار رکھتا ہو جس کو ان علوم عالیہ پر دسترس اور ان کا ماہر ہو، جو شخص نہ تو ان علوم سے واقف ہو نہ ہی وہ ایسے ماہر علوم کی تفسیر پر اپنے بیان کو مبنی کرتا ہو تو وہ اپنے فہم پر اعتماد کر کے ضرور غلط فہمی میں مبتلا ہوگا اور سامعین کے لیے بھی غلط فہمی کا سبب بنے گا اس لیے یہ فہم قرآن نہیں بلکہ نا فہمی ہے اس سے احتراز لازم ہے۔ در حقیقت اس رواج کے تحت اشعور یہ غلط جذبہ کارفرما ہے کہ ترجمہ کے بغیر قرآن کا پڑھنا بے کار ہے، اس کا ازالہ پوری طرح تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے وعظ ''الفاظ القرآن'' کے مطالعہ سے ہی ہو سکے گا مختصر طریقہ پر احقر نے بھی اسی سے اس غلط فہمی کے ازالہ کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالی اس کو قبول و منظور اور نافع فرمائیں، آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد:

ارشادگرامی مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

علماء کی خدمت مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے، کیونکہ وہ آپ ہی کے کام میں لگے ہوئے ہیں، دین کی حفاظت سب مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے تو یہ سب مسلمانوں کا فرض ہے، جولوگ علم دین کی تعلیم وتعلم میں لگے ہوئے ہیں وہ سب مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ کوادا کررہے ہیں اگر یہ لوگ پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیں تو پھر یہ کام ہر شخص پر فرض ہوجائے گا اور اگر کسی نے بھی اس کوانجام نہ دیا تو سب گناہگار ہوں گے، پس یہ تو ثابت ہوگیا کہ جولوگ علم دین میں مشغول ہیں وہ آپ ہی کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور تجربہ ومشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ:

علم دین کے ساتھ کسب معاش کا کام نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی ایسا کرنا بھی چاہے تو اس کو علم دین کامل طور پر حاصل نہ ہوگا۔

ایک آدمی ایک زمانہ میں دو ایسے کام نہیں کرسکتا جس کے لیے پورے انہماک کی ضرورت ہے، اس مقدمہ کے ساتھ دوسرا مقدمہ یہ ملایئے کہ شریعت کا قانون ہے جو شخص کسی کے کام میں محبوس ہو اس کا نفقہ اسی کے ذمہ ہے جس کے کام میں وہ محبوس ہے، چنانچہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے، قاضی کی تنخواہ سب

مسلمانوں کے ذمہ اس لیے ہے کہ وہ ان کے کام میں محبوس ہے، بیت المال سے ملنا گویا سب مسلمانوں کے پاس سے ملنا ہے۔ اسی قاعدہ سے اہل علم کا نفقہ تمام مسلمانوں کے ذمہ ہے ان کو خود ان کی خدمت کرنی چاہیے۔

اگر ہم اس قرآن کی خدمت نہ کریں گے تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ ہمارے نزدیک تعلیم وتعلم قرآن کی کچھ وقعت نہیں ہے، حالانکہ اس حدیث میں اس کی فضیلت صاف موجود ہے کہ "تعلیم وتعلم میں جو لوگ مشغول ہیں وہ سب سے افضل ہیں" (از وعظ التعمیم لتعلیم القرآن الکریم)

تعلیم قرآن کی فضیلت

حدیث میں آیا ہے کہ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ یعنی تم میں بہتر اور افضل وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں مشغولی بہت بڑی طاعت اور نیکی ہے اور جو لوگ اس کے سیکھنے سکھانے میں مشغول ہیں وہ سب سے بہتر ہیں اس لیے ایسے لوگوں کو سب سے افضل سمجھنا چاہیے۔

دوسری بات اس سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ قرآن کا سیکھنا اور سکھانا تمام اعمال سے افضل ہے کیونکہ عمل کرنے والے کا افضل ہونا عمل کی فضیلت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں

(کی ہدایت) کے لیے ظاہر کی گئی تم نیک کاموں کا حکم کرتے، برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس میں حق تعالیٰ نے خیر امت ہونے کی وجہ نیک کاموں کے حکم کرنے کو بیان فرمایا جو کہ بہت سے اعمال خیر کو شامل ہے، ثابت ہوا کہ فضیلت ذات کا مدار اعمال کی فضیلت ہے۔

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر تمہارے اندر ایک جماعت ایسی بھی ضرور ہونی چاہیے جو خیر کی طرف (لوگوں کو) ترغیب دے اور نیک کاموں کا حکم کرے الخ۔

اس میں اعمال خیر کی طرف رغبت دلانے اور دعوت دینے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اس لیے ایسی ایک جماعت کا ہونا امت میں واجب ہے جو اعمال خیر کی ترغیب دے اور تعلیم و تعلم قرآن (سکھانا اور سیکھنا) کا سب سے افضل اور خیر الاعمال ہونا اوپر ثابت ہو چکا تو قرآن کریم کی تعلیم و تعلم کی ترغیب اور اس کی دعوت بھی ضروری ہوئی۔

جو شخص قرآن کریم کی تعلیم دے رہا ہے اور جو اس کو سیکھ رہا ہے اور جو شخص ان کی کسی طرح کی اعانت اور خدمت کر رہا ہے وہ اسی دعوت الی الخیر میں داخل ہے اور یہ مشغولی دعوت و تبلیغ میں صرف داخل ہی نہیں بلکہ اس کا اعلیٰ فرد ہے۔

اب جو کم سمجھ لوگ قرآن کے سیکھنے اور سکھانے والوں اور اس افضل ترین کارِخیر میں لوگوں کو دوسرے کاموں میں مشغول کرنا چاہتے اور ان کی دعوت دیتے ہیں ان کو غور کرنا چاہیے کہ افضل ترین اور اعلیٰ ترین خیر کی طرف دعوت دینی چاہیے یا اس کو چھوڑنے کی دعوت دینی چاہیے؟۔

قرآن کریم کے حروف اور معنی کی تعلیم

اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ جس طرح قرآن کریم کے حروف کی تصحیح اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے مع اس کی صفات لازمہ کے ادا کرنا اور سیکھنا ضروری ہے اسی طرح اس کے معانی اور مضامین اور تعلیمات وہدایات سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے اور اس کی تعلیم وتعلم بھی ضروری ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن کریم کو معنی سمجھے بغیر پڑھنا اور اس کے الفاظ کے تعلم وتعلیم میں مشغول ہونا بے فائدہ ہے بلکہ معانی کی طرح الفاظ کی تعلیم وتعلم بھی ضروری ہے، اور الفاظ کے سیکھنے اور سکھانے میں مشغولی بھی بہت بڑی خیر اور نیکی میں مشغولی ہے اس لیے یہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے کہ جب قرآن کے معانی نہیں سمجھتے تو الفاظ کی تعلیم وتعلم سے کیا نفع؟ حالانکہ قرآن کریم لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے۔

اور غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’الـــــر‘‘ یہ حروف مقطعات میں سے ہے جن کے معنی ہم کو نہیں بتلائے گئے (گو بعض محققین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھے) اس لیے تمام مفسرین نے اس کی

تفسیر میں لکھا ہے واللہ اعلم بمرادہ بذلک (جلالین) یعنی اللہ تعالیٰ اس کی مراد کو زیادہ جانتے ہیں۔ باوجودیکہ ان حروف مقطعات کے معنی معلوم نہیں پھر بھی ان کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم ہے، امت پر فرض ہے کہ ان کی تعلیم و تعلم اور صحیح ادائیگی کا طریقہ معلوم کرتے اور کراتے رہیں۔

کتابت قرآن

اور تلک آیات الکتاب وقرآن مبین میں آیات کریمہ کے دو لقب ارشاد فرمائے گئے ہیں ایک قرآن اور ایک کتاب قرآن کے معنی ہیں مقروء یعنی پڑھنے کی چیز اور کتاب کے معنی ہیں مکتوب یعنی لکھنے کی چیز اور ظاہر ہے کہ پڑھنے اور لکھنے کی چیز الفاظ ہی تو ہیں، معانی کا محل صرف ذہن ہوتا ہے وہ قراءت اور کتابت میں نہیں آسکتے معانی کا مرکز صرف قلب ہے اور جہاں الفاظ کسی کی زبان سے نکلے معاً وہاں معانی سمجھے گئے۔ غرضیکہ ان آیتوں میں صراحت ہے کہ قرآن کے ساتھ پڑھنے کا تعلق رکھو اور ظاہر ہے کہ قراءت الفاظ ہی کی ہوتی ہے نہ کہ معانی کی۔

دوسری صفت اس جگہ کتاب ہے جس کے معنی لکھنے کی چیز ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ الفاظ قرآن کے ساتھ قراءت کے علاوہ ضبط و کتابت کا بھی تعلق رکھنا چاہیے، اور کتابت کا مصداق حقیقۃً نہ الفاظ ہیں اور نہ معانی، کیونکہ الفاظ تو زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کا محل زبان ہے اور معانی کا محل قلب ہے وہ کتاب کا مصداق

کسی طرح ہے ہی نہیں بلکہ اس کا مصداق دوسری چیز ہے یعنی نقوش، مطلق نقوش نہیں بلکہ وضعی نقوش ہیں، جیسا کہ الفاظ کی دلالت معانی پر وضعی ہے طبعی نہیں کیونکہ غیر اہل زبان اس کو نہیں سمجھ سکتا اسی طرح نقوش بھی وضعی ہیں ان کی دلالت بھی الفاظ پر وضعی ہے اسی لیے پڑھے ہوئے آدمی ان کو سمجھتے ہیں ان پڑھ نہیں سمجھ سکتے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ کتاب کا حقیقی مصداق نقوش ہیں اور قرآن کی اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ نقوش قرآن بھی قابل حفاظت اور مستحق تعظیم ہیں۔

حفاظت قرآن کا ذریعہ

معلوم ہوا کہ جو تعلیم یافتہ الفاظ قرآن کے پڑھنے کو بے فائدہ سمجھتے ہیں وہ درحقیقت معانی قرآن کی قدر نہیں کرتے ورنہ ان کی حفاظت کے ہر سامان کی قدر ہوتی، اور الفاظ قرآن کے پڑھنے کو بے فائدہ کیوں قرار دیتے کہ الفاظ قرآن کو اس کی حفاظت میں بڑا دخل ہے، اور الفاظ قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ وہ نہایت آسانی سے حفظ ہو جاتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ لکھے ہوئے مصاحف گم ہو جائیں تو چند حافظ قرآن مل کر اپنی یاد سے اس کو لکھوا سکتے ہیں جو لوگ بغیر معانی سمجھے الفاظ قرآن کے پڑھنے کو بے کار کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ مقابلہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے حافظ پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ محفوظ رہے، اور حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ اس کا حفظ کرنا ہی ہے اور یہ لوگ دنیا سے حفظ قرآن کو طرح طرح کے بہانوں سے مٹانا چاہتے ہیں کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ حفظ قرآن بچپن ہی

میں اچھا ہوتا ہے، بڑے ہو کر ویسا حفظ نہیں ہوتا جیسا بچپن میں ہوتا ہے اور بچپن میں بچہ معانی قرآن سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا تو اب اگر ان لوگوں کے مشورہ پر بچوں کو قرآن نہ پڑھایا جائے تو اس کا انجام یہی ہوگا کہ حفظ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت اور قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ ان تمام رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود زمانہ میں قرآن کریم کے حافظ اس قدر پائے جاتے ہیں کہ ان کا شمار دشوار ہے۔

رسم خط قرآنی اور قراءات عشرہ

حضرات سلف صالحین نے قرآن کے نقوش اور رسم خط (لکھنے کے طریقہ) کی بھی یہاں تک حفاظت کی ہے کہ رسم خط قرآنی کے متعلق مستقل رسائل تصنیف کیے اور اس کو ایک مستقل عظیم الشان فن قرار دیا اور اس میں تغیر و تبدل کو ناجائز قرار دیا۔ الحمد للہ وہ رسم خط جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم لکھا تھا وہ آج تک بالکل محفوظ ہے اور اس میں نکتے ہیں چنانچہ ایک جگہ ـف ـ میں الف نہیں لکھا گیا کیونکہ وہاں دوسری قراءت ـف ـ ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جگہ ـف ـ میں الف نہیں لکھا تا کہ دوسری قراءت پر بھی رسم خط دلالت کرے اسی طرح سورۂ فاتحہ میں مـٰـلـك یوم الدین میں الف نہیں لکھا کیونکہ ایک قراءت میں ملك ہے، رسم خط میں اس کا بے حد لحاظ رکھا گیا ہے کہ سب قراءتوں کا جامع رہے اس لیے اس کا بدلنا حرام ہے، یہ بات علماء کرام اور قراء عظام کے سمجھنے کی

ہے عام آدمی اس کو نہیں سمجھ سکتا، بلکہ اب تو بہت سے علماء بھی اختلاف قراءات کی حقیقت سے ناواقف ہیں و[illegible] مشکل ہے، حالانکہ دس قراءات میں سے کسی قراءت سے بھی پڑھا جائے وہ قرآن ہی ہے اور اس سے نماز جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے (ج ۱) اور ظاہر ہے کہ غیر قرآن سے نماز جائز نہیں ہوتی، اگر یہ دس قراءات قرآن نہ ہوتیں تو ان سے نماز کے جواز کا فتویٰ کیسے دیا جاتا؟

اور قراءات کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا رسم خط عثمانی میں احتمال ہو، جیسا کہ اوپر کی دو مثالوں میں واضح ہو رہا ہے جیسا کہ امام قراءات علامہ جزری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب طیبہ میں (اس میں انہوں نے ایک ہزار اشعار عربی اشعار میں دس قراءات نقل فرمائی ہیں) اس شرط کا بھی ذکر فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

ع وکان للرسم احتمالا یحوی

اور رسم خط کے احتمال کو وہ قراءت حاوی ہو۔

جب قرآن کریم کی ہر چیز کی حفاظت کی گئی ہے یہاں تک کہ اس کے نقوش کے لکھنے کے طریقہ کی بھی حفاظت کی گئی ہے تو الفاظ کی حفاظت بدرجہ اولیٰ ضروری ہے بلکہ اس کے تلفظ اور طریق ادا کی حفاظت بھی ضروری ہے جو کہ قراء حضرات کا منصب ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے بڑا فخر ہے کہ ان کے برابر کسی قوم

اور کسی امت نے اپنی آسمانی کتاب کی اس طرح حفاظت نہیں کی، اس لیے ضروری ہے کہ ہم بھی قرآن کریم کی ہر چیز کی اسی طرح حفاظت کریں جس طرح امت نے اب تک کی ہے۔ واللہ الموفق والمعین وھو یھدی السبیل۔

دین کی خدمت احسان الٰہی ہے

خدا تعالیٰ کا احسان اور انعام ہے کہ اس نے یہ خدمت قرآن ہم سے لے لی، اگر ہم نے یہ خدمت انجام نہ دی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسری قوم سے یہ خدمت لے لیں گے، قرآن کریم میں ہے:

وإن تتولوا يستبدل قوما غيركم ثم لا يكونوا أمثالكم کہ اگر دین سے اعراض کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عوض تمہاری جگہ دوسری قوم کو کردے گا پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ دین کی خدمت اور قرآن کی حفاظت کے لیے ایسی قوم پیدا کردیں گے جو تمہاری جیسی نہ ہوگی، یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام یا قرآن کو ہماری ضرورت ہے بلکہ ہم کو ہی اسلام و قرآن کی ضرورت ہے۔

غور کیا جائے تو درحقیقت قرآن کریم کے اب بھی اللہ تعالیٰ ہی محافظ ہیں، یہ اللہ تعالیٰ ہی کی تو حفاظت ہے کہ قرآن کریم جیسی ضخیم کتاب کا حفظ کرنا ایسا آسان کردیا کہ بچے تک حفظ کرلیتے ہیں، حالانکہ قرآن کریم میں متشابہات بھی بہت ہیں اس بات پر نظر کرکے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارا نام کرنا

مقصود ہے کہ ہم کو حفاظ قرآن کی فہرست میں داخل کر کے انعام دینا چاہتے ہیں ورنہ اصل حافظ اور محافظ وہی ہیں جنہوں نے ہم سے یہ کام لیا اور اس کے اسباب عطا کیے، اگر اب بھی اس انعام کی طرف رغبت اور توجہ نہ ہو تو سخت محرومی کی بات ہے۔

بدوں معنی سمجھے قرآن پڑھنے کا فائدہ

اب یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا کہ بغیر معانی کے سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ؟ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ معانی کی حفاظت بغیر الفاظ کے نہیں ہو سکتی اور معانی کی ضرورت سب کو تسلیم ہے۔

دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم کے حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں جس نے ایک بار زبان سے الحمد کہا اس کے نامہ اعمال میں اسی وقت پچاس نیکیاں لکھی گئیں، یہ بڑا قیمتی نفع ہے جس کی قدر مرنے کے بعد معلوم ہوگی جبکہ نیکیوں کی پوچھ ہوگی کیونکہ مرنے کے بعد کے عالم کا سکہ یہ نیکیاں ہی ہیں اور جس سکہ کو آپ آج اس عالم میں جمع کر رہے ہیں اس بازار میں اس کی کچھ قدر نہیں ہے نہ روپیہ کی نہ اشرفی کی البتہ جو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا گیا اس کی قدر وہاں ہوگی اور اس کا اجر وہاں ملے گا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام لگ کر اور اس کے راستہ میں خرچ ہو کر عالم آخرت کا سکہ بن گیا یہاں کا سکہ نہیں رہا، یہ دنیا تو فانی ہے اس کا سکہ بھی فانی ہے ما عندکم ینفد وما عند

خزانہ باقی جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

قرآن کریم کے الفاظ پڑھنے کا ایک دوسرا نفع یہ ہے کہ یہ ہے کہ یہ آخرت کا خزانہ ہے جس کی ایک ایک سورت سے آخرت کے لیے بے شمار خزانے جمع ہو جاتے ہیں، آپ وہاں جا کر دیکھیں گے کہ ایک سورۃ فاتحہ سے اور قل ھو اللہ سے بے شمار نفع مل گیا، مگر ابھی اس واسطے قدر نہیں کہ یہ بازار اس سکہ کا نہیں ہے، یہاں یہ سکہ رائج نہیں، لیکن آخر آپ ہم سب مسلمان ہیں اور آخرت وقیامت کے آنے کا اعتقاد رکھتے ہیں پھر اس نفع کی بے قدری کیوں ہے؟

یہ تو معنی سمجھے بغیر پڑھنے کا ادنیٰ درجہ کا ثواب ہے، اور اخلاص پر اور دوسرے اسباب سے اور زیادہ ثواب بھی ملتا ہے مثلاً فرض نماز میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب ہر حرف پر سو نیکیاں ملتا ہے۔ اور اگر معانی سمجھ کر پڑھا جائے گا تو اور بھی زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا مگر بغیر معانی سمجھے قرآن پڑھنے کو بے فائدہ سمجھنا سمجھ کی بات نہیں اس کے بھی بہت فائدے ہیں جن کے حاصل کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور حیلے بہانے کر کے ان سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔

الفاظ قرآن کی تاثیر

قرآن کریم نہایت درجہ فصیح وبلیغ عجیب وغریب شیریں زبان عربی میں نازل ہوا ہے جو اس کی فصاحت وبلاغت اور شیرینی کو سمجھتے ہیں وہ تو سمجھ کر پورے ثواب کے علاوہ اس کی فصاحت وبلاغت سے بھی لطف حاصل کرتے ہیں، مگر جو

لوگ سمجھتے نہیں وہ اس کے الفاظ کی شیرینی سے لطف اندوز ہوتے ہیں، صحیح پڑھنے والے اچھے قاری سے سن کر دیکھیے اس کی قراءت میں کس قدر تاثیر اور جذب ہے، مسلمان تو مسلمان کفار بھی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

حضرت جبیر بن مطعم جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مدینہ منورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے آئے تھے انہوں نے مغرب کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۂ طور سنی تو کہنے لگے کہ دفعتی ۔ یعنی قریب تھا کہ میرا قلب جسم سے نکل کر اڑ جائے۔ یعنی اس قدر تاثیر ہوئی کہ میرا دل اڑنے لگا، اللہ! یہ کس قدر موثر اور عجیب دل گداز کلام رب ہے جو الفاظ کے پردے میں چھپ کر ہمیں عطا کیا گیا اس کی قدر کرنی چاہیے، یہ مغالطہ نہیں دینا چاہیے کہ وہ صحابی چونکہ عربی سمجھتے تھے اس لیے ان پر یہ اثر ہوا، اس لیے کہ اول تو ہر صحابی عربی نہیں جانتے تھے، عجمی صحابی بھی بہت تھے سب ہی پر اس کلام معجزہ کا اثر ہوتا تھا سب ہی کو ہر حرف پر کم سے کم دس نیکیوں کا ثواب اس کے پڑھنے پر ملتا تھا، حدیث میں کہیں سمجھنے کی قید نہیں لگائی گئی من قرأ حرفا الخ مطلق فرمایا کہ جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملیں گی اور الم کی مثال دے کر واضح کر دیا کہ بغیر سمجھے بھی ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

دوسرے چودہ سو سال کے بعد بھی ہماری آنکھوں نے مشاہدہ کیا ہے کہ

غیر مسلم اور سکھ اس کو سن کر متاثر ہوتے ہیں اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ جاتے ہیں حالانکہ وہ نہ ترجمہ سمجھتے ہیں نہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے قواعد ہی جانتے ہیں وہ صرف الفاظ قرآن کی صولت و شوکت سے متاثر ہوتے ہیں۔ مگر پڑھنے والا سلیقے سے پڑھ رہا ہو بے طریقہ نہ پڑھ رہا ہو ورنہ پھر ؎

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی   ببری رونق مسلمانی

کے مصداق ہوگا غیر مسلموں پر تو کیا اثر ہوگا مسلمانوں کے ہی متنفر ہونے کا اندیشہ ہوگا، اللہ تعالیٰ صحیح طریقہ سے قرآن کریم پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا الفاظ قرآن سے عشق

ذکر اللہ کے بہت سے طریقے ہیں مگر نماز اور تلاوت قرآن سے زیادہ بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے الفاظ سے اس قدر عشق تھا کہ آپ خود تو تلاوت کرتے ہی تھے اور سوائے خاص حالت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی، اور اس کے معانی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں خوب مستحضر تھے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم سنانے کی فرمائش کیوں کی؟ اس کی وجہ اس کے سوا کیا تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے الفاظ سے عشق تھا اور دوسرے کی زبان سے سننے میں پوری توجہ الفاظ ہی کی طرف ہوتی ہے اس لیے سننے میں خوب لطف حاصل ہوتا ہے اور مزہ آتا ہے، اس لیے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا احب ان اسمع من غیری کہ میں دوسرے سے سننے کو پسند کرتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف الفاظ قرآن بھی بدوں لحاظ معانی کے مطلوب اور ان کا سننا بھی مقصود ہے۔

آج کل کے لکھے پڑھے لوگوں کا یہ مغالطہ قابل توجہ ہے کہ سمجھ کر پڑھنے کا ہی ثواب ہے کیونکہ صحابہ کرام عربی زبان کو جانتے تھے اور وہ اس کو سمجھتے تھے یہ بالکل غلط ہے بغیر معانی سمجھے بھی ثواب حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اوپر کی تحریر سے ثابت ہو رہا ہے۔ خوب غور کرنے کی ضرورت ہے۔

الفاظ قرآن کا ایک اور نفع

اس سے بڑھ کر الفاظ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قراءت کی طرف بہت توجہ فرماتے ہیں اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے اس سے بھی قرآن کے الفاظ کا مقصود ہونا ظاہر ہے کیونکہ قراءت اور استماع الفاظ کے متعلق ہے نہ کہ معانی کے، ہم کو قرآن پڑھتے ہوئے اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ ہماری قراءت کو سن رہے ہیں اس کا اثر یہ ہوگا کہ نہایت احتیاط اور اہتمام کے ساتھ صحت کا لحاظ کر کے قراءت کی جائے گی اور بے پروائی کے ساتھ نہ پڑھا جائے گا، اور یہ مراقبہ بھی صرف الفاظ پر توجہ کرنے میں ہی ہو سکتا ہے کہ اپنے کو پڑھنے والا نہ سمجھے بلکہ حق تعالیٰ کو متکلم سمجھے اور اپنے کو مثل شجر طور کے حاکی اور ناقل سمجھے، معانی پر توجہ

کے ساتھ یہ مراقبہ نہیں ہو سکتا، پھر الفاظ بغیر معانی سمجھے کے بے کار کیوں ہوتے؟۔

علاوہ ازیں یہ کہ مقصود تمام حالات سے قرب حق ہے، حق تعالیٰ کے یہاں سے اولاً الفاظ آئے ہیں اور معانی ان کے تابع ہو کر آئے، پس الفاظ کو اللہ تعالیٰ سے قرب زیادہ ہوا تو الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاً و بالذات ہم کو ملے ہیں اس لحاظ سے الفاظ بہت زیادہ قابل توجہ ہیں اور مقصود کے اعتبار سے معانی اصل ہیں بعض حیثیتوں سے الفاظ کو زیادہ قرب حاصل ہے اور بعض سے معانی کو زیادہ قرب ہے قرآن کریم کے الفاظ اور معانی دونوں قابل اہتمام ہیں یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ بغیر معانی کے الفاظ پڑھنے سے کیا فائدہ؟

صرف قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنا

اس خیال کے لوگوں نے ایک قرآن صرف اردو ترجمہ کی صورت میں بغیر متن (الفاظ) قرآن کے شائع کیا ہے خوب سمجھ لیجئے اس کا خریدنا حرام ہے کیونکہ اس کا منشاء وہی ہے کہ یہ لوگ الفاظ قرآن کو بے کار سمجھتے ہیں دوسرے اس میں بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ اگر یہ صورت عام ہوگئی اور ترجمہ بغیر متن (الفاظ) کے شائع ہونے لگا تو اندیشہ ہے کہ کبھی یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں کے پاس بھی قرآن کا ترجمہ ہی رہ جائے اور اصل غائب ہو جائے، جیسا کہ تورات، انجیل کے تراجم ہی آج کل دنیا میں رہ گئے ہیں اور اصل کتابیں معدوم ہو گئیں ہیں۔

پھر ترجمہ کے اندر آسانی سے تحریف و تبدیل کرنے کا موقع مل جائے

گا،اور جب اصل قرآن بھی ترجمہ کے ساتھ ہوگا تو کسی کی تحریف نہیں چل سکتی کیونکہ ترجمہ کا الفاظ سے مقابلہ کر کے اس کے صحیح اور خطاء کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

نماز میں قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنا

اسی خیال کے بعض لوگوں نے ایک زمانہ میں یہ حرکت بھی شروع کی تھی کہ نماز کے اندر قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے لگے تھے حالانکہ معانی کی خاصیت تو یہ ہے کہ ان کو سمجھ کر پڑھنے سے قرآن کا مطلب معلوم ہوگا اور اس کے احکام کا پتہ چلے گا اور الفاظ کی خاصیت متکلم کی عظمت وشوکت وصولت کا استحضار ہے اور یہ صرف قرآن کریم ہی کے الفاظ کے ساتھ خاص ہے دوسری کسی زبان کو خواہ اس میں کیسا ہی فصیح وبلیغ ترجمہ کردیا جائے ہرگز نصیب نہیں ہوسکتی ،اور عبادت سے مقصود معبود کی عظمت دل میں پیدا کرنا اور افعال وجوارح سے اس کی عظمت ظاہر کرنا ہے، اب جولوگ اردو وغیرہ ترجمہ سے نمازیں پڑھیں گے جو بندوں کی ایجاد ہے تو یقیناً اس میں اصل کلام الٰہی کے برابر عظمت وشوکت نہیں ہوسکتی۔

یہ جواب ایک عالم نے سرسید احمد خان کی طرف بھی منسوب کیا ہے تو ان کے ماننے والوں کو بھی اس پر غور کرنا چاہیے۔اور قرآن کریم کے الفاظ بغیر سمجھے پڑھنے کو بے کار نہیں سمجھنا چاہیے تعلیم قرآن اور تلاوت قرآن کا پابندی سے اہتمام کرنا چاہیے اور جب الفاظ قرآن مقصود ہیں تو ان کے صحیح پڑھنے اور تجوید کا بھی اہتمام کرنا چاہیے جو قراء سے سیکھے بغیر ممکن نہیں، تجوید کا ضروری

ہونا اور اس کا وجوب واستحباب کے دلائل فقہ وحدیث سے معلوم ہو سکتے ہیں شرعاً علم تجوید کے ایک درجہ کی تحصیل ضروری ہے۔

ایک نکتہ

اب یہاں ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک جگہ تو لفظ قرآن کو مقدم کیا ہے لفظ کتاب سے اور ایک جگہ اس کا عکس ہے اس سے معلوم ہوا کہ من وجہ الفاظ میں مقصودیت زیادہ ہے اور من وجہ معانی میں مقصودیت زیادہ ہے اور یہ نکتہ اس طرح حاصل ہوا کہ قراءت الفاظ کی ہوتی ہے اور الفاظ کا مدلول قریب معانی ہیں اور کتابت نقوش کی ہوتی ہے اور اس کا مدلول قریب الفاظ ہیں اور معانی مدلول بعید ہیں، پس قراءت کی حالت میں معانی کی طرف اول ہی توجہ ہوتی ہے اور کتابت میں اول الفاظ کی طرف اور ان کے واسطے سے معانی کی طرف، اور مقصودیت سے مراد بھی مدلولیت ہے، پس قراءت میں زیادہ مقصودیت معانی میں ہوئی اور کتابت میں زیادہ مقصودیت الفاظ میں ہوئی، اس مجموعہ میں اشارہ ہو گیا کہ الفاظ بھی اس درجہ میں مقصود ہیں کہ معانی میں من کل الوجوہ (ہر وجہ سے) مقصودیت بڑھی ہوئی نہیں بلکہ بعض وجوہ سے الفاظ میں بھی مقصودیت بڑھی ہوئی ہے۔

قرآن کریم کی کتابت جلی حروف میں ہونی چاہیے

مبین کی قید سے اس میں اشارہ ہو گیا اس طرف کہ قرآن کی قراءت اور کتابت دونوں واضح اور ظاہر ہونی چاہئیں، اس لیے فقہاء نے قرآن کی تقطیع

چھوٹی کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ قرآن کی تقطیع بڑی ہوتا کہ کتابت صاف اور واضح ہو لیکن متوسط تقطیع کا مضائقہ نہیں جیسے حمائل کی تقطیع ہے کہ اس سے سفر میں سہولت ہوتی ہے، ہاں یہ جو آج کل بعض تعویذی قرآن شائع ہوئے ہیں یہ بے شک مکروہ ہے۔

حروف مقطعات کی حکمت

حروف مقطعات میں بہت سے نکات ہیں ایک نکتہ یہ ہے کہ یہ اسرار ہیں درمیان اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معانی سے واقف تھے، مگر دوسروں پر ان کے معانی ظاہر نہیں فرمائے کیونکہ ان کا تعلق محکمہ شرائع عالیہ سے نہیں بلکہ دوسرے محکمہ سے ہے، ان اسرار کو اسی محکمہ کے متعلقین پر ظاہر کیا جاتا ہے کہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کو ان سے واقف کیا گیا ہو اور چونکہ امت کو اس محکمہ سے تعلق نہیں اس لیے ہم لوگوں کو ان اسرار پر مطلع نہیں کیا گیا، اور ممکن ہے اس میں اس مضمون پر تنبیہ مقصود ہو کہ قرآن سے محض معانی مقصود نہیں بلکہ الفاظ بھی مقصود ہیں، کیونکہ بعض الفاظ قرآن میں غیر معلوم المعنی ہیں، اگر صرف معانی مقصود ہوتے تو قرآن میں ایسے الفاظ کیوں ہوتے حالانکہ وہ جزء قرآن ہیں جن کی قرآنیت کا انکار کفر ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ نہ محض الفاظ کو مقصود سمجھا جائے اور معانی کو بے کار، اور

نہ محض معانی کو مقصود سمجھا جائے اور الفاظ کو بے کار، بلکہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں مقصود ہیں اسی لیے اصولیین نے کہا القرآن اسم للفظ والمعنی جمیعا۔ غرض دین صحیح وہی ہے جو صورت اور معنی (الفاظ و معنی) دونوں کا جامع ہے سو قرآن کی یہی شان ہے، اس کے الفاظ اور معنی دونوں مقصود ہیں اور وہ دونوں کا جامع ہے۔ فقط واللہ اعلم

۳ر رمضان المبارک بوقت ضحوۃ الکبریٰ ۱۴۱۸ھ